سچے
بچوں کی
سچی
کہانیاں
جب فرشتہ بھیس بدل کر آگیا
www.KitaboSunnat.com
اعداد محمد طاہر نقاش
دار الابلاغ
DARULIBLAGH

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

جب فرشتہ بھیس بدل کر آگیا

اعداد .... محمد طاہر نقاش

اشاعتِ اول .... اپریل 2012ء

قیمت ....

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

● لاہور۔ دارالاندلس۔ مرکز القادسیہ 7230549۔ دارالسلام شوروم 7232400۔ مکتبہ قدوسیہ 7230585۔ مکتبہ سلفیہ 7237184۔ کتاب سرائے 7320318۔ اسلامی اکیڈمی 7357587۔ نعمانی کتب خانہ 7321865۔ مکتبہ رحمانیہ 7224228۔ مکتبہ دارالھدیٰ 7639557۔ الکریم کیسٹ لائبریری 6365526۔ ● راولپنڈی۔ تحصیلات طیبہ کشمیری بازار۔ 5538168 ● اسلام آباد۔ المسعود اسلامک بکس 2261256۔ ● فیصل آباد۔ مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار۔ 631204۔ ● کراچی۔ مکتبہ نور حرم 4966724۔ دلی بک ڈسٹری بیوٹرز 7787137۔ مکتبہ دارالقرآن۔ 021-2211998 علمی کتب خانہ اردو بازار۔ ● پشاور۔ معراج کتب خانہ 214720۔ ● حیدر آباد۔ مکتبہ دعوت استقیہ 0333-2807284

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358

جب فرشتہ بھیس بدل کر آ گیا
دار الابلاغ
DARULIBLAGH
اعداد محمد طاہر نقاش
دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 0300-4453358, 042-7361428

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر..................

فہرست

سچی بات

فرشتہ اندھے کے روپ میں

پیارے اور ننھے منے بچو!......

ہم نے آپ تک دلچسپ، سبق آموز کہانیاں، واقعات اور قرآنی داستانیں پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ آج کل لوگ ٹوٹ بٹوٹ، آنگلو بانگلو، چلوسک ملوسک اور نہ جانے کیا کیا فضول کہانیوں کے سلسلے پیش کر رہے ہیں، جن کا نہ کوئی مقصد ہوتا ہے نہ سبق اور نہ ہی فائدہ ...... لیکن ہم نے اس دور میں آپ کے لیے تعمیری تربیتی اور دلچسپ صحیح اسلامی لٹریچر تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ دعا کریں اللہ اس مسئلہ میں ہماری مدد فرمائے۔ اور یوں ہم آپ کے لیے ہر ماہ باقاعدگی سے تربیتی کتابیں منظر عام پر لاتے رہیں۔ اس مفید نصیحت آموز اور سبق آموز کہانیوں پر مبنی کتب کے سلسلے کی ہی یہ بھی ایک کڑی ہے۔ امید ہے یہ کتاب "فرشتہ بھیس بدل کر آ گیا" آپ کو پسند آئے گی اور آپ اس سے اگلی کتاب کا شدت سے انتظار کرنا شروع کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

آپ کو پتہ ہے ناں کہ ماضی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کتنی ہی دفعہ فرشتے مختلف روپ بدل کر انسانوں میں آتے رہے۔ ایسا کرنے کا ان کا مقصد انسانوں کی راہنمائی، ہدایت، سزا، آزمائش اور ان کی کافروں کے مقابلے میں مدد کرنا تھا۔ اس کتاب میں بھی اللہ کی برگزیدہ اس مخلوق کے ایک فرشتے کی نصیحت آموز کہانی بیان کی گئی ہے، جس میں فرشتہ ایک اندھے کا روپ بدل کر زمین پر آ جاتا ہے، اور پھر وہ اور بھی روپ بدلتا ہے۔ کون کون سے روپ بدلتا ہے، کیوں روپ بدلتا ہے۔ اور روپ بدل کر وہ کیا کرتا ہے!!؟؟ یہ آپ کو کتاب پڑھ کر پتہ چلے گا۔ اسی کہانی پر اس کتابچہ کا نام رکھا گیا ہے۔ یہ مفید تربیتی کہانیاں ہم نے ننھے مجاہد اور دوسرے بعض رسائل و جرائد سے اخذ کی ہیں۔ اللہ کریم ہمیں ان سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

والسلام

محمد ظفر اقبال صابر

۲۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء۔ لاہور

موت کے پیچھے پیچھے

اس قصے کا آغاز اس وقت ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل دین اسلام سے اس طرح مرتد ہونے لگے جس طرح آپ کے عہد مبارک میں فوج درفوج داخل ہوئے تھے' مکہ اور مدینہ کے باشندے اور کچھ قبائل جن کے دلوں میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں' اسلام پر باقی رہے۔ مرتد ہونے والے اس فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک ناقابل تسخیر چٹان بن کر سامنے آئے۔ انہوں نے مہاجرین و انصار کے گیارہ لشکر تیار کیے اور انہیں جزیرۃ العرب کے مختلف علاقوں میں بھیج دیا تاکہ مرتدین کو حق و ہدایت کی راہ پر واپس لائیں۔ ان مرتدین میں قوت اور کثرت کے اعتبار سے مسیلمہ کذاب کا گروہ بنوحنیفہ سرفہرست تھا۔ مسیلمہ نے اپنی جماعت میں سے تقریباً 40 ہزار جنگجو اکٹھے کر لیے جن سے نپٹنے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں فوج روانہ

کی۔ اس میں چیدہ چیدہ مہاجرین شامل تھے۔ اس فوج کے ہراول دستے میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے چند بہادر شہ سوار بھی تھے۔ یمامہ کے مقام پر دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ لشکر اسلام کی تعداد کم پا کر مسیلمہ کذاب کی جماعت اترانے لگی۔ ادھر ان کی کثرت دیکھ کر مسلمانوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسکتی محسوس ہونے لگی اور لشکر اسلام اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔ مسیلمہ کے لشکر کی ایک جماعت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے پر حملہ آور ہوئی اور اسے اکھاڑ پھینکا، قریب تھا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زوجہ مرتدین کے ظلم کا شکار ہوتیں کہ ایک مسلمان مجاہد نے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کی غیرت وحمیت بھڑک اٹھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ لشکر منظّم کیا۔ انصار و مہاجرین اور دیگر قبائل کو الگ الگ جماعتوں میں تقسیم کر کے ایک جھنڈے تلے جمع کیا۔ پھر دونوں فریقوں میں مڈبھیڑ ہوگئی' گھمسان کا رن پڑا۔ میدان جنگ میں مسیلمہ فوج غیر متزلزل پہاڑ کی طرح جمی ہوئی تھی' انہیں مقتولین کی کثرت نے ذرا بھی خوفزدہ نہ کیا۔ غازیانِ اسلام بھی بہادری و جانفروشی کے نادر نمونے پیش کر رہے تھے اور مرتدین کی صفیں کاٹ رہے تھے۔ مجاہدین نے معمولی شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن ان میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا کارنامہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

دیکھا کہ لڑائی اپنے عروج پر ہے تو انہوں نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ بن مالک کو مخاطب فرمایا: اے انصار کے نوجوان! اپنی قوم کی خبر لو۔ سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر پکارے: اے اہل مدینہ! کوئی تم میں سے دوبارہ مدینہ لوٹ کر جانے کا تصور بھی نہ کرے۔ آج کے بعد تمہارے لیے کوئی مدینہ نہیں' شہادت کا جام پیو اور جنت کی سیر کرو۔ پھر سیدنا براء رضی اللہ عنہ طوفان کی طرح اپنی قوم کے ساتھ مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ ان کی صفوں میں تہلکہ مچا دیا اور اپنی تلوار دشمنوں کی گردنوں میں پیوست کرتے چلے گئے توحید و رسالت کے پروانوں کے اس طوفانی حملے سے مسیلمہ اور اس کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ لوگ بھاگ کر ایک باغ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ باغ کشادہ میدان تھا' جس کی دیواریں کافی بلند تھیں۔ مسیلمہ اور اس کے لشکر جرار نے باغ کا دروازہ بند کر دیا اور اس کی دیواروں پر مورچے بنا کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کرنے لگے' ایسے نازک موقع پر مسلمانوں کے شہسوار براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایسی دلیری اور جانفروشی کا مظاہرہ کیا جسے تاریخ اسلامی کبھی فراموش نہیں کر سکتی وہ آگے بڑھے اور فرمایا: لوگو! مجھے کسی تختے پہ بٹھا دو' پھر اسے اپنے نیزوں پر بلند کر کے باغ کے اندر دروازے کے قریب پھینک دو تو میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں گا یا پھر تمہارے لیے فتح کا دروازہ کھول دوں گا۔ سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ

جست لگا کر ایک بڑی ڈھال پر بیٹھ گئے جسے سپاہیوں نے اچھال کر قلعہ میں پھینک دیا۔ براء رضی اللہ عنہ ان پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑے اور دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مسلمانوں نے قلعے پر زبردست یلغار کردی اور اس کے در و دیوار پر اُمڈ پڑے' اس خون ریز جنگ میں مسیلمہ کذاب کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر اور تلوار کے 80 سے زائد زخم لگے تھے' انہیں خیمے میں لاکر مرہم پٹی کی گئی۔ مسلمانوں کے سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود ایک ماہ تک ان کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے انہیں شفا بخشی اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ اس فتح و کامیابی کا سہرا انہیں کے سر تھا۔ سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیشہ شہادت کی تلاش میں سرگرداں رہے اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل اور پیارے حبیب سے ملاقات کے شوق میں تمام جنگوں میں شرکت کی۔

فارس کے ایک شہر کی فتح کے دن جب ایرانی لشکر ایک مضبوط قلعہ میں داخل ہو گیا تو مسلمانوں نے ان کا سختی سے محاصرہ کر لیا جب ناکہ بندی سے وہ لوگ عاجز آ گئے تو انہوں نے قلعے کی دیواروں سے تپتے ہوئے لوہے کی سرخ سرخ زنجیریں جن کے سروں پر نوکیلے کانٹے لگے ہوئے تھے، نیچے کو پھینکنا شروع کیں جیسے زنجیر نیچے آئی اس کے نوکیلے کانٹے کسی نہ کسی

صحابی کے بدن میں گھس جاتے' مشرکین اسے اوپر کھینچ لیتے اس دوران یا وہ شہید ہو جاتا یا شدت تکلیف سے موت کے قریب جا پہنچتا۔ ایسی ہی ایک کڑی براء کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو چبھ گئی' جیسے ہی سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا لپک کر زنجیر پکڑ لی اور اپنے بھائی کے بدن سے کانٹے نکالنے لگے' ان کے ہاتھ بری طرح جھلس گئے تھے لیکن جب تک انہوں نے اپنے بھائی کو مکمل طور پر آزاد نہیں کرا لیا' زنجیر نہیں چھوڑی جب زمین پر آئے تو ہاتھ کا گوشت جل چکا تھا اور صرف ہڈیاں باقی تھیں۔

اس جنگ میں براء رضی اللہ عنہ نے دعا کی: "اے اللہ! مجھے شہادت نصیب فرما۔" اللہ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہوں نے اسی جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

......☆......☆......☆......

100 انسانوں کا قاتل

ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ظالم شخص رہا کرتا تھا' وہ کسی پر بھی رحم نہیں کھاتا تھا۔ لوگ اس سے بہت خائف رہتے تھے' تاہم کسی میں جرأت نہ تھی کہ اسے کوئی ترچھی آنکھ سے دیکھ سکے۔

وہ شخص جس راہ سے گزرتا لوگ وہ راستہ چھوڑ دیتے۔ مجبوراً اس کی عزت کرتے ، اس کی تعریف کرتے کہ وہ کہیں کسی بات پر ناراض نہ ہو جائے کیونکہ جب وہ کسی سے ناراض ہو جاتا تو فوراً اس کو قتل کر دیتا تھا۔

وہ شخص معمولی معمولی باتوں پر 99 آدمی قتل کر چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا دل مزید قتل اور برائیوں سے اکتا گیا تھا۔ وہ کسی راہب کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں نے 99 قتل کیے ہیں' اب اگر میں توبہ کرنا چاہوں تو کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟

''قتل بہت بڑا جرم ہے' اتنی بڑی تعداد میں پھر آدمیوں کے قاتل کو اللہ تعالیٰ بھلا کیسے بخشے گا؟'' راہب نے افسوس زدہ لہجے میں جواب دیا۔

''اگر یہ بات ہے تو سنچری مکمل کیوں نہ کر لی جائے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔

راہب کے قتل کے ساتھ ہی اس کی سینچری پوری ہو گئی لیکن وہ قتل پر قتل کرنے سے اکتا گیا تھا۔ اب وہ ایک عالم کے پاس چلا گیا اور اس کو کہا: ''میں نے اب تک سو آدمیوں کو قتل کیا ہے' اب اگر میں توبہ کروں تو کیا بخش دیا جاؤں گا؟''

عالم نے اسے اللہ تعالیٰ کے غفور الرحیم ہونے کے متعلق آگاہ کیا اور بتایا کہ ''اگر سچے دل سے توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا لیکن شرط یہ ہے کہ تمہیں اس بری صحبت کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانا ہو گا۔'' عالم نے اسے ایک گاؤں کا پتا بتلایا اور ہجرت کرنے کی تلقین کی۔

اس وقت وہ ایک ایسا گاؤں تھا کہ جو نیکیوں کی وجہ سے مشہور تھا اور دوسروں کی نسبت نیکیوں میں آگے تھا اور جو شخص اس گاؤں میں داخل ہو جاتا اسے امن مل جاتا اور اگر کوئی توبہ کرنا چاہتا تو اس گاؤں کو چلا جاتا۔ سو آدمیوں کا یہ قاتل بھی عالم کے کہنے پر اس گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ توبہ کی نیت لیے یہ شخص ابھی اس گاؤں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے موت نے آلیا اور وہ مر گیا۔

موت کے بعد جنت اور دوزخ کے فرشتوں کے درمیان تکرار ہو گیا

جس میں رحمت کے فرشتے اس بات پر بضد تھے کہ اس شخص نے توبہ کی نیت کر لی تھی اور اب توبہ کرنے کے لیے ہی اس گاؤں کی طرف چلا آ رہا تھا کہ راستے میں فوت ہو گیا۔ عذاب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ یہ سو آدمیوں کا قاتل ہے اور ابھی اس نے کوئی نیکی نہیں کی ہے' لہٰذا اس کی روح کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

جھگڑے نے طول پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ توبہ کی نیت سے یہ شخص جہاں سے روانہ ہوا تھا وہاں سے یہاں تک جہاں یہ مرا قدم شمار کر لیے جائیں۔ اگر اس گاؤں کے زیادہ قریب ہے جو نیکیوں والا ہے تو یہ جنت کے فرشتوں کے ساتھ جائے گا اور اگر اس کے قدم برائی والے گاؤں کے قریب ہے تو یہ دوزخ کے فرشتوں کے ساتھ جائے گا۔

جب فرشتوں نے قدم شمار کرنے شروع کیے تو وہ شخص نیکیوں والے گاؤں کے قریب تھا۔ اس شخص کی توبہ قبول ہو چکی تھی' چنانچہ اس کی روح کو رحمت والے فرشتے ساتھ لے گئے۔

پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ قہار اور جبار ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم اور غفار بھی ہے' سچی توبہ کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی ہدایت دے اور برائیوں سے دور رکھے۔

......☆......☆......☆......

آخرت کی فکر

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور ومعروف صحابی ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کو لوگ ''عبدالشمس'' کے نام سے پکارتے تھے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ''عبدالرحمان'' رکھ دیا۔ ان کی کنیت ''ابوہریرہ'' اس لیے پڑی کہ آپ بچپن میں ایک چھوٹی بلی سے کھیلا کرتے تھے' ان کے ہم عمر ساتھی انہیں ابو ہریرہ کہہ کر پکارتے تھے' یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ بالآخر ان کے نام پر غالب آ گئی۔ آپ کی والدہ آپ کو مسلسل شرک کی طرف لوٹانے کی کوشش کرتی رہی اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں مسلسل دائرۂ اسلام میں لانے کے لیے کوشاں رہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو ان کی والدہ نے غصے میں آ کر ایسی جلی کٹی سنائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی ناگوار باتیں کیں کہ جس سے انہیں دلی صدمہ ہوا۔ آپ روتے ہوئے پیارے نبی کے پاس آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا روتے

کیوں ہو؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے مجھے ایسی جلی کٹی سنائیں کہ مجھے ناگوار گزریں، اے اللہ کے رسول !اللہ سے دعا کیجئے کہ میری ماں اسلام قبول کر لے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ گھر پہنچے تو آپ کی والدہ نے کہا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

ایک روز آپ مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے' لوگوں کو دنیاوی کاموں میں مشغول دیکھ کر غم زدہ ہو گئے اور بلند آواز میں کہا: مدینہ کے رہنے والو! تم محروم رہ گئے۔ لوگوں نے کہا: آپ نے ہماری کون سی محرومی و بے کسی دیکھی ؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کی جا رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو بھلا تم وہاں جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے؟ لوگوں نے پوچھا: میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ آپ نے کہا: مسجد میں وہ جلدی سے مسجد گئے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو واپس آنے تک وہیں کھڑے رہے' جب لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہا :ابو ہریرہ! ہم مسجد میں گئے لیکن وہاں تو کوئی چیز تقسیم نہیں ہو رہی ! آپ نے کہا: کیا تم نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی ؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ، ہم نے دیکھا کہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا

کہ افسوس کی بات ہے! یہی تو محمد ﷺ کی میراث ہے، جب آپ کی موت وقت آیا تو آپ رونے لگے' آپ سے پوچھا گیا کہ روتے کیوں ہو؟ آپ نے کہا: میں دنیا پر آنسو نہیں بہا رہا بلکہ سفر بہت لمبا ہے اور زادِ راہ تھوڑا ہے' اب میں جنت میں یا جہنم میں جاؤں گا مجھے کوئی پتا نہیں۔

وقت کے خلیفہ مروان بن حکم بھی آپ کی عیادت کے لیے آئے تھے۔ اب جانے کے لیے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے گھر سے نکلے ہی تھے کہ سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اللہ کو پیارے ہو گئے۔

......☆......☆......☆......

اللہ کی اونٹنی

صدیوں پہلے کی بات ہے کہ حجاز اور شام کے درمیان عرب کے اکثر حصے میں ایک قوم آباد تھی یہ بہت طاقتور اور بڑے بڑے قد کے لوگ تھے' ان کے پاس مال و دولت کی کثرت تھی اور ان کی عمریں اتنی لمبی ہوتی تھیں کہ اگر وہ مٹی چونے وغیرہ کے استعمال سے اپنے مکانوں کی چھتیں دیواریں بناتے تو وہ ان کی عمر میں ہی بوسیدہ ہو جاتے تھے۔ وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان کے اندر اپنے مکان بناتے تھے' وہ اپنا مال و دولت اور طاقت کی وجہ سے بہت متکبر ہو چکے تھے انہوں نے قتل و غارت، لوٹ مار، لڑائی فساد اور بے انصافیوں سے زمین میں فساد برپا کر رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ کو بالکل ہی بھول چکے تھے۔ اللہ کے علاوہ بتوں اور پتھروں کو اپنا معبود بنا لیا تھا' لیکن ان میں ایک نوجوان ایسا تھا جو ان کے ان سب کاموں سے بہت بیزار تھا' وہ ان کو سب برے کاموں سے منع کرتا رہتا تھا۔ نوجوان اور اس قوم کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اس

قوم کا نام قومِ ثمود اور نوجوان کا نام صالح علیہ السلام تھا۔ ثمود صالح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں دادا تھے، جس کی وجہ سے اس قوم کا نام قومِ ثمود تھا۔

تو پیارے دوستو! جب صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اسی نے سب کو زمین سے پیدا کیا ہے اور تمہیں اس میں بسایا ہے، پھر تم کیوں اس کو چھوڑ کر بتوں اور پتھروں سے حاجتیں مانگتے ہو؟ کیا تمہیں وہ وقت یاد نہیں ہے کہ جب اسی زمین میں اللہ نے قوم عاد پر ان کے ایسے ہی کاموں کی وجہ سے عذاب نازل کیا اور ان کو بالکل ختم ہی کر دیا۔ اور تمہیں اس زمین کا جانشین مقرر کر دیا۔ اب تم اس کے میدانوں میں محلات تعمیر کرتے ہو، پہاڑوں میں خوشی سے تراش خراش کر کے گھر بناتے ہو۔ اس کے باغوں، سرسبز و شاداب کھیتوں، پانی کے چلتے بہتے چشموں، کھجوروں کے لطیف اور نازک خوشوں سے لطف اندوز ہوتے ہو......

دیکھو! یہ سب اللہ ہی کی تو نعمتیں ہیں وہ سب کا خالق و مالک اور عبادت کے لائق ہے لیکن ان لوگوں نے ان کی ایک نہ سنی۔ الٹا کہنے لگے کہ صالح علیہ السلام ہم تو تجھ پر امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ ہمیں تو تجھ پر بڑی توقعات تھیں لیکن تم تو ہمیں ہی برا بھلا کہنے لگے اور ہمیں ہی سمجھانے بیٹھ گئے تمہاری باتوں میں ہمیں شک ہے، شاید تو ہوش میں نہیں، تم پر تو جادو ہو گیا ہے تم

ہمیں ان کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں! اگر تو واقعی سچا اور اللہ کا بندہ ہے اور اگر یہی بات ہے تو کل ہماری عید کا دن ہے' ہم میدان میں جا کر اپنے معبودوں سے حاجتیں طلب کریں گے تم بھی اپنے اللہ سے دعا مانگنا دیکھیں گے کہ دعا کس کی قبول ہوتی ہے بالآخر انہیں شرمندہ ہونا پڑا...... بھلا پتھر کیا کر سکتے ہیں؟ اسی وقت اس قوم سے ایک آدمی اٹھا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اے صالح (علیہ السلام) اگر تو واقعی سچا ہے تو پھر اس پتھر سے ایک اونٹ نکلے جس پر بہت زیادہ بال ہوں۔

پیارے بچو! اس نے کیسا سوال کر دیا تھا؟ لیکن اللہ کے لیے تو کوئی بھی کام مشکل نہیں۔ صالح کہنے لگے: اگر میرا اللہ اپنی قدرت سے ایسی اونٹنی پیدا کر دے تو پھر تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے! آپ علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ سے دعا کی...... فوراً پتھر ہلا اور پتھر سے اونٹنی کے چلانے کی آوازیں آنے لگیں' پھر پتھر پھٹ گیا اور پتھر سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکل آئی......

پیارے دوستو! یہ اللہ کی قدرت تھی اونٹنی نے باہر آتے ہی ایک بچہ جنم دیا جو دیکھتے ہی دیکھتے اونٹنی کے برابر ہو گیا۔ (ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس اونٹنی کی نشست گاہ کو

دیکھا ہے کہ جہاں وہ بیٹھا کرتی تھی وہ ساٹھ ہاتھ کی تھی) اب سب لوگ اس اونٹنی کو دیکھ رہے تھے۔ اب صالح علیہ السلام نے ان کو وعظ و تلقین کی اور کہنے لگے دیکھو یہ اونٹنی اللہ کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میری دعا پر معجزانہ طور پر پیدا کیا ہے۔ اب تم اللہ کی نافرمانی نہ کرو میں تمہارا رسول اور امین ہوں' اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت قبول کر لو۔ اسی اللہ کی طرف رجوع کر لو جو قریب بھی ہے اور دعائیں بھی قبول کرتا ہے۔ لیکن وہ...... پھر بھی ایمان نہ لائے...... بتوں کی پوجا میں اللہ کے علاوہ...... اللہ کی مخلوق سے حاجتیں مانگنے میں...... غیر اللہ کے نام پر نذرو نیاز دینے میں فسق فساد، سرکشی پر اسی طرح ڈٹے رہے۔ بس چند غریب اور کمزور لوگ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے...... اب ان کے بڑے بڑے متکبر سرداران غریب لوگوں سے کہنے لگے: کیا تم نے واقعی صالح (علیہ السلام) کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا ہے؟ وہ غریب کمزور لوگ ......تو ایمان لا چکے تھے۔ ان کے دلوں میں عقیدۂ توحید نے بسیرا کر لیا تھا اور وہ تو ایک اللہ کے ہو چکے تھے۔ تو پھر سرداروں سے کیسے ڈرتے......فوراً بولے۔ ہاں کیوں نہیں' جو احکام صالح علیہ السلام لے کر آئے ہیں' ہمارا ان پر مکمل ایمان ہے!!! وہ سردار غرور تکبر سے بھرے ہوئے تھے ...... گردنیں اکڑا کر بولے: جاؤ جس پر تم ایمان لائے ہو......ہم......اس کا انکار کرتے ہیں۔

جب صالح علیہ السلام نے ان کی یہ صورتحال دیکھی تو ان کو کہا کہ دیکھو (یہ اللہ کی اونٹنی ہے) اس کو اللہ کی زمین پر گھاس کھانے اور پانی پینے سے نہ روکنا۔ اب وہ اونٹنی جہاں جاتی اس کو کوئی نہ روکتا اور جدھر جاتی دوسرے جانور اس کو دیکھ کر بھاگ جاتے۔ اس لیے اس کے پانی پینے کی بھی باری مقرر کر دی گئی ایک دن اونٹنی پانی پیتی اور ایک دن دوسرے جانور......

صالح علیہ السلام مسلسل دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے' قوم کو بار بار تلقین کرتے کہ صرف اللہ ہمارا معبود ہے دیکھو میں تمہارے لیے رسول اور امین ہوں میری اطاعت کرو میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا معاوضہ تو پروردگار عالم کے ذمے ہے کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تمہیں تمہارے تراش تراش کر بنائے ہوئے گھروں......کھیتوں اور کھجوروں...... جن کے خوشے لطیف اور نازک ہوتے ہیں...... کے بارے میں بے خوف چھوڑ دیا جائے گا۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور ان لوگوں کی باتوں میں نہ آؤ جو حد سے گزر جاتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں' پھر اپنی اصلاح بھی نہیں کرتے دیکھو یہ اللہ کی اونٹنی ہے اس کی پانی پینے کی باری ہے اور دوسرے روز تمہاری باری ہے' اس کو تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں بہت بڑا عذاب آئے گا۔ لیکن وہ قوم بہت ضدی اور متکبر تھی' انہیں ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا' لہٰذا وہ اللہ کی اونٹنی کے دشمن بن گئے اونٹنی کو قتل کرنے کے

لیے نو فسادی اور سرکش آدمی آپس مں مل گئے تھے۔ آخر ایک دن ان میں سے ایک شخص نے اس اونٹنی کو تیر دے مارا' تیر اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا...... پھر دوسرے شخص نے اس کے پچھلے پاؤں کاٹ دیے اونٹنی چکرا کر گر گئی ...... پھر ایک شخص نے اس کے پچھلے پاؤں کاٹتے ہی اس کی گردن پر وار کیا جس سے اس کی گردن کٹ گئی اور وہ مر گئی۔ اس کی خبر جب صالح علیہ السلام کو پہنچی تو آپ بہت گھبرائے ۔ اسی وقت موقع پر پہنچے تو دیکھا اونٹنی بے جان پڑی تھی۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے کہا: اے قوم والو! اب تم تین دن اور عیش کر لو اس کے بعد تم ہلاک کر دیے جاؤ گے۔ ان لوگوں کو پھر بھی عقل نہ آئی اور انہوں نے نبی کی بات پر یقین نہ کیا اور مذاق کرنے لگے اور صالح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو لے آؤ۔ تین دن پورے ہوئے کہ عذاب آ گیا اور ساتھ ہی بہت شدید قسم کا زلزلہ آیا ان کے دل پھٹ گئے اور سب ہلاک ہو گئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات کو نہ مانا تھا' وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے جیسے کہ وہ کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے۔

❀❀❀

زندگی کی آخری نماز

نبی ﷺ کی شدید بیماری کو گیارہ دن گزر چکے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ ﷺ برابر مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے تھے...... گیارہویں دن عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو آپ ﷺ نماز کے لیے اٹھے اور وضو کرنے لگے، لیکن وضو کرتے ہی بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو پھر نماز کی تیاری کے لیے وضو کا ارادہ کیا مگر کمزوری اس قدر زیادہ تھی کہ پھر بے ہوش ہوگئے۔ کچھ افاقہ ہوا تو تیسری بار پھر آمادہ ہوئے لیکن پھر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ہوش آیا تو فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں......ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی بار رسول اکرم ﷺ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل آدمی تھے، نبی اکرم ﷺ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے تو رقت طاری ہوگئی...... اور بے اختیار رونے لگے...... رونے کی آواز نبی اکرم ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو ہمت کر کے مسجد میں تشریف لے آئے اور بیٹھ کر نماز پڑھائی...... نماز سے فارغ ہوئے تو

آپ ﷺ نے نہایت ہی مؤثر اور پر سوز خطبہ ارشاد فرمایا:

مسلمانو! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں' اس کی پناہ اور حفاظت میں دیتا ہوں اور اس کی نصرت کے حوالے کرتا ہوں' اللہ تمہاری حفاظت اور نگرانی فرماتا رہے گا' جب تک تم تقویٰ پر قائم رہو گے اور فرماں برداری کی سی زندگی گزارتے رہو گے......

بیماری روز بروز بڑھ رہی تھی' کمزوری اور بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغموم تھے...... مگر اللہ کی مشیت میں کون دخل دے سکتا ہے۔ چودھویں دن مسجد نبوی ﷺ سے اذان کی آواز بلند ہوئی...... صبح کی روشنی دھیرے دھیرے پھیلنے لگی...... مسجد میں لوگ جماعت کی تیاری کرنے لگے...... نبی کریم ﷺ نماز کے شوق میں کروٹیں بدلنے کی کوشش کرنے لگے لیکن اٹھنے کی سکت نہیں، گھر والوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! ابوبکر بہت ہی نرم دل ہیں' آپ کی جگہ کھڑے ہو کر خود کو سنبھال نہ سکیں گے...... ان پر تو رقت طاری ہو جاتی ہے۔

''ابوبکر سے کہو، نماز پڑھا دیں۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا۔

یارسول اللہ! ابو بکر مصلیٰ پر کھڑے ہونے کی تاب نہ لا سکیں گے...... کسی اور کے لیے اجازت فرما دیجیے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے پھر کہا۔ تم مجھ سے ویسی ہی بحث وتکرار کر رہی ہو جیسے مصر کی عورتیں میرے بھائی یوسف علیہ السلام سے بحث کرتی تھیں، میں کہتا ہوں، ابو بکر سے کہو نماز پڑھا دیں، میرا انتظار نہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کن انداز میں حکم دیا اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین تھے کہ مسجد میں نماز کا منظر دیکھیں...... دنیا چھوڑنے سے پہلے ایک بار دیکھ سکیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نماز کو کس طرح ادا کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمرے کا پردہ اٹھایا اور دیکھا کہ مسجد میں صفیں بندھی ہوئی ہیں...... اور مصلّے پر ابو بکر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت سے نماز ادا کر رہے ہیں...... کچھ دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک نظارے کو دیکھتے رہے اور خوش ہوتے رہے، خوشی سے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اور چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے محسوس کیا کہ ان کے شوق اور بے چینی کا عجب حال تھا، چاہتے تھے کہ اسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نظریں جما دیں...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے شوقِ اضطراب کو بھانپ گئے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ہاتھ کے اشارے سے تسکین دی اور کھڑکی کے سامنے سے ہٹ

گئے...... مگر آپ ﷺ کی بے تابی نے آپ کو لیٹنے نہ دیا، اسی حالت میں مسجد جانے کا ارادہ کرلیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''یہ منظر اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ نبی ﷺ آدمیوں کے سہارے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔آپ ﷺ کے شوق کا یہ عالم تھا اور کمزوری اس قدر کہ پیروں میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ آپ ﷺ قدم اٹھا کر زمین پر رکھ سکیں اور جما سکیں' چنانچہ آپ ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لیے اس طرح مسجد کی طرف بڑھ رہے تھے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسیٹتے جاتے تھے، اس طرح پیر گھسیٹتے گھسیٹتے آپ ﷺ مسجد میں پہنچے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ آئیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! تم نماز پڑھاتے رہو''۔ یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی اور یہ آخری نماز بھی آپ ﷺ نے جماعت سے ادا فرمائی۔

بیماری بڑھتی گئی...... نزع کی کیفیت طاری تھی کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آ گئے' ان کے ہاتھوں میں تازہ مسواک تھی' آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا: کو آپ مسواک کرائی گئی' اس وقت آپ ﷺ کی زبان پر یہ کلمات تھے: ''نماز! نماز اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک'' یہاں تک کہ آنکھوں کی پتلیاں بدل گئیں اور آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ''

بوڑھا بیٹا

سیدنا عزیز علیہ السلام اپنے سرسبز و شاداب باغ میں چند لمحے رکے، انگور اور انجیر سے ایک ٹوکری بھری، کچھ روٹیاں ساتھ لیں اور گدھے پر سوار ہوئے اور گھر کی راہ لی۔ راستے میں چلتے چلتے وہ کائنات کے وجود کے بارے میں سوچنے لگے۔ یہ سوچ، لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی گئی۔ اس خیال اور سوچ میں چلتے چلتے وہ بہت دور نکل گئے۔ ایک ویران اور سنسان بستی میں جا پہنچے وہاں انسانی ہڈیاں ادھر ادھر بکھری پڑیں تھیں اور بوسیدہ جسم خاک میں مل رہے تھے۔ آپ یہاں ٹھہر گئے کھانے کی ٹوکری پاس رکھ لی اور گدھے کو ذرا فاصلے پر باندھ دیا اور ستانے کے لیے ایک بوسیدہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ لیکن اچانک سوچ کا دھارا بدل گیا۔ ذہن میں خیال آیا کہ یہ گلے سڑے جسم بوسیدہ ہڈیاں پھر سے کیسے زندہ ہوں گی؟ اس خیال اور سوچ میں نیند نے آلیا اور اسی نیند میں سو سال بیت گئے بچے بوڑھے ہو گئے۔

آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہو گئیں' نہ جانے کتنی تبدلیاں رونما ہوئیں اور کتنے منظر بدل گئے لیکن عزیز ایک جگہ ہی پڑے سوتے رہے۔ یہ نیند موت کی نیند تھی' اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ جو چیز لوگوں کو حیران کرتی ہے جس نظریے کو وہ اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا آج اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے عزیز کی ہڈیوں کو جمع کیا جسم کو درست کیا اور اس میں روح لوٹا دی۔ وہ چاک و چوبند پہلے کی طرح صحت مند اور جوان اٹھ کھڑے ہوئے، گدھا تلاش کیا ، سامان ادھر ادھر دیکھا لیکن کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کی عزیز! آپ یہاں ایک سو سال سوئے ہو۔ اتنی طویل مدت آپ اسی جگہ پڑے رہے لیکن اس کے باوجود آپ کا کھانا تروتازہ ہے اور مشروب ویسے کا ویسا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں دیکھو کوئی تبدیلی نہیں آئی' لیکن گدھا مر چکا ہے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔ اس کے جسم کا ہر جوڑ الگ ہو گیا ہے۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ اللہ کریم کیسے بوسیدہ ہڈیوں کو جوڑتا ہے اور کیسے ان میں زندگی کے آثار پیدا فرماتا ہے' یہ سب اس لیے ہو رہا ہے کہ تم کو یقین آ جائے کہ دنیاوی زندگی کے بعد اخروی زندگی افسانہ نہیں ایک حقیقت ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گدھا زندہ ہو جاتا ہے اور آپ کے سامنے قیامت کی حقیقت کھل جاتی ہے عزیز علیہ السلام اللہ رب العزت کی قدرت دیکھ کر پکار اٹھتے

ہیں میں جان گیا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲۔سورۃ البقرہ)

آپ نے گدھے کی باگ تھامی اور چل دیے۔ چاہتے تھے کہ ایک لمحے میں گھر پہنچ جاؤں' لیکن راستے اجنبی محسوس ہوتے تھے گھر کی محبت تھی کہ خود بخود قدم اٹھتے جاتے تھے۔اچانک اپنی بستی میں جا نکلے' اگرچہ بہت کچھ تبدیل ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اپنی بستی تھی۔ ایک گھر کے صحن میں جا کر کھڑے ہوئے' ایک بوڑھی ماں نظر آئی کمر کمان کی طرح دوہری ہو چکی تھی۔ کمزوری سے قدم اٹھ نہیں سکتے تھے۔ اللہ کی قدرت کہ اتنی لمبی عمر میں بھی زندہ تھی۔ ان کی آنکھوں سے دیکھنے کی طاقت ختم ہو چکی تھی یہ عزیز علیہ السلام کی والدہ تھیں جنہیں سو سال قبل آپ علیہ السلام نے جوانی میں الوداع کیا تھا۔ آپ نہ پہچان سکے کہ یہ مقدس چہرہ ماں کا ہے لیکن نہ جانے کیوں ادب سے آنکھیں خود بخود جھکی جاتی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے بڑے احترام سے پوچھا ماں جی! کیا یہ گھر عزیز کا ہے؟ بوڑھی اماں کی آواز آنسوؤں میں بھیگ گئی ،مشکل سے اتنا کہہ سکی ہاں ...... اور پھر طویل خاموشی چھا گئی۔ عزیز علیہ السلام نے سر اٹھا کر دیکھا تو بوڑھی اماں کی آنکھوں میں آنسو تھے جو چہرے سے ٹپک کر نیچے گر رہے تھے۔ ہونٹوں میں تھرتھراہٹ تھی اس نے پھر ہم کلامی کے

انداز میں کہنا شروع کیا۔ عزیز علیہ السلام تو جا چکے ہیں اب تو لوگ ان کا نام بھی بھول چکے ہیں۔ میں تو عزیز علیہ السلام کا نام سننے کے لیے ترس گئی تھی۔ آج آپ نے میرا غم تازہ کر دیا لیکن بیٹا نہ جانے کیوں مجھے پہلی بار محسوس ہوا کہ کسی نے دل کی گہرائیوں سے عزیز کی طرح مجھے ماں کہا ہے۔ بیٹا! بتا تو کون ہے؟ عزیز نے بوڑھی ماں کے ہاتھ تھام لیے اور کہا: اماں! میں عزیز ہوں۔ اللہ نے مجھ پر سو سال موت طاری رکھی۔ پھر مجھے نیا وجود بخشا اور زندگی لوٹا دی۔ بوڑھی اماں بے قرار ہو گئی اور اس نے زور دے کر کہا: نہیں 'تم عزیز نہیں ہو سکتے۔ وہ صالح تھے، ہاتھ اٹھتے تھے تو خالی نہیں لوٹتے تھے' اللہ سے جو مانگتے مل جاتا تھا۔ جس مریض کی شفا کی درخواست کرتا دعا قبول ہوتی اور مریض تندرست ہو جاتا۔ اگر تو عزیز ہے تو اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے کھوئی ہوئی توانائیاں لوٹا دے اور میری بصارت بھی لوٹا دے۔ عزیز علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بس ایک لمحے کی دیر میں بوڑھی ماں کا چہرہ گلاب کے پھول کی مانند کھل اٹھا' مدتوں بیتی بہار واپس آ گئی۔ ان کی نس نس میں نئی زندگی کا خون دوڑنے لگا اور آنکھوں میں کھوئی ہوئی روشنی واپس آ گئی۔ ماں عزیز سے لپٹ گئی' ان کے ہاتھ پاؤں چومنے لگی۔ جی بھر کر پیار کیا پھر دوڑی دوڑی اپنی قوم کی طرف گئی جس میں عزیز علیہ السلام کے بیٹے

اور پوتے تھے‘ ان میں آپ علیہ السلام کے ساتھی اور دوست بھی تھے جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ عزیز علیہ السلام کی والدہ ماجدہ دور سے پکار اٹھیں: ’’وہ عزیز جسے آپ سو سال سے تلاش کر رہے تھے‘ اب واپس آ گئے، وہ اسی طرح تندرست و توانا ہیں اور جوانی کی عمر میں ہیں‘‘۔ والدہ ماجدہ کے پیچھے پیچھے عزیز بھی پہنچ گئے۔ ایک توانا اور مضبوط جسم کا مالک شخص ان کے سامنے تھا سب نے پہچاننے سے انکار کر دیا لیکن بوڑھی ماں کی بصارت اور جوانی ایسی دلیل تھی جسے جھٹلانا آسان نہیں تھا۔ سو سال کا عرصہ کچھ کم عرصہ نہیں ہے۔ پھر عزیز علیہ السلام تو یہ دعویٰ بھی کر رہے تھے یہ ان کی دوسری زندگی ہے۔ مانیں تو کیسے مانیں؟ یقین کریں تو کیسے کریں؟ ’’جھوٹ جھوٹ‘‘ کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں لیکن ایک شخص اشارہ کرتا ہے اور سب لوگ یک لخت خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ سیدنا عزیز کا بیٹا ہے جو اب بوڑھا ہو چکا ہے اس کی عمر اٹھارہ سو سال تھی وہ کہتا ہے یوں ہی جھٹلا دینا مناسب نہیں، ہمیں آزما لینا چاہیے‘ تحقیق کر لینی چاہیے۔ اے مسافر! میرے والد کے دائیں کندھے پر تل کا نشان تھا جو اسے دوسرے لوگوں سے امتیاز بخشتا تھا۔ ’’ذرا کندھا دکھایئے‘‘ کندھے سے کپڑا ہٹایا گیا تو نشانی موجود تھی۔ دائیں کندھے پر تل بالکل نمایاں تھا لیکن لوگ کہنے لگے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں،

تل کسی بھی شخص کے دائیں کندھے پر ہو سکتا ہے کوئی ایسی نشانی ہو جس سے دل مطمئن ہو جائیں۔ اچھا! تاریخ بتاتی ہے کہ تورات کے حفاظ میں ایک عزیز علیہ السلام کا نام بھی ہے اگر تو واقعی عزیز علیہ السلام ہے تو پھر تورات پڑھ کر سنا" سیدنا عزیز علیہ السلام نے تورات شریف کی تلاوت شروع کر دی، کوئی حرف ادھر ادھر نہ ہوا۔ آپ علیہ السلام بڑی روانی سے تورات کی تلاوت کرتے رہے۔

اس دلیل کو کون جھٹلا سکتا تھا۔ لوگ اللہ کے نبی سے لپٹ کر ملنے لگے اور سب نے ان کی تصدیق کی۔

☆☆☆

اذان کیسے شروع ہوئی؟

مدینے میں پہلی مسجد تیار ہو چکی تھی اور لوگوں نے وہاں نماز بھی ادا کرنا شروع کر دی تھی' البتہ نماز کے لیے اکٹھے ہونے میں دشواری تھی ۔ لوگ وقت ہونے پر اگرچہ خود ہی نماز کے لیے آ جاتے تھے لیکن پھر بھی انہیں پریشانی کا سامنا ہوتا۔ بعض اوقات باجماعت نماز بھی چھوٹ جاتی۔

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے مشورہ دیا کہ لوگوں کو نماز کے لیے بلانے کا کوئی طریقہ ہونا چاہیے؟ بات قابل توجہ ہے' لہٰذا اس پر غور کیا جانے لگا کسی نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے نبی! جب نماز کا وقت ہو تو ناقوس بجا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں' یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے' ان کے ہاں جب لوگوں کو عبادت کے لیے بلانا ہو تو وہ ناقوس بجاتے ہیں۔ ایک صحابی نے مشورہ دیا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی آگ جلا دی جائے، اس تجویز کو بھی آپ ﷺ نے پسند نہ فرمایا' اس لیے

کہ مجوسی اپنی عبادت کے وقت آگ جلا کر لوگوں کو جمع کرتے تھے۔ ایک تجویز یہ بھی آئی کہ نماز کی اطلاع کے لیے بوق بجا دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے بھی رد کر دیا اور فرمایا: یہ یہودیوں کا طرز عمل ہے۔ اسی طرح ایک مشورہ آیا کہ ایک بلند و بالا جھنڈا نصب کر دیا جائے جسے دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جایا کریں۔ ...... ان سب میں سے کسی تجویز کو بھی آپ ﷺ نے پسند نہ فرمایا اور نہ ہی اس مجلس میں یہ فیصلہ ہو سکا کہ لوگوں کو نماز کے لیے کس طرح بلایا جائے۔

ایک رات صحابیِ رسول سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں انہیں کسی نے اذان کے کلمات سکھائے، صبح ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنا خواب سنایا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں کلمات سنانے کو کہا تو انہوں نے وہ کلمات دہرائے' یہ سن کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کلمات تو مجھے بھی خواب میں سکھائے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''عبداللہ! یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیں کیونکہ ان کی آواز بلند ہے اور دور تک پہنچتی ہے۔ یوں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے وہ کلمات سیکھ کر اسلام میں پہلی اذان دی۔ بعض مؤرخین کے نزدیک اذان کی ابتدا 19 ربیع الاول 1 ہجری بمطابق اکتوبر 622ء کو ہوئی۔ ابتدا میں اذان دینے کے لیے کوئی

خاص جگہ نہ تھی بلکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے ملحقہ ایک بلند مقام پر چڑھ کر اذان کہتے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی مؤذن کے لیے جگہ متعین نہ تھی۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں مدینہ کے گورنر عمر بن عبدالعزیز نے پہلی بار مسجد نبوی کے چاروں کونوں میں مینار بنوائے اور ان میناروں پر چڑھ کر اذان دی جاتی رہی۔

☆☆☆

دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز

انڈونیشیا براعظم ایشیا کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے' جن میں جاوا، سماٹرا، بورینو اور سیلبز مشہور جزیرے ہیں ۔انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ طلوع سحر کے ساتھ انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جکارتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہیں۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے۔ سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ میں اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے' بنگلہ دیش سے اذانوں کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذانیں گونجنے لگ

جاتی ہیں۔ دوسری طرف سے یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک 40 منٹ کا فرق ہے اور اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان سے بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے' اسی عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس' یمن، عرب امارات' کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اسی دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغرب تک ایک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے' اسی دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے' سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ اسی عرصہ میں شمالی افریقہ ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز مشرقی جزائر سے ہوا تھا' ساڑھے نو گھنٹے کا سفر کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک جا پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں

شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے تک بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلز سے بمشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے' جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ دنیا میں ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ تعالی کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ان شاء اللہ ...... یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

جب فرشتہ بھیس بدل کر آ گیا!

ابرار اور ذیشان سکول کا کام ختم کرنے کے بعد اپنے دادا کے پاس آ کر بیٹھ گئے جو اس وقت احادیث پر مشتمل کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ابرار نے بیٹھتے ہی کہا کہ دادا جان! کوئی کہانی سنائیں۔ دادا جان بولے: پیارے بچو! جھوٹے قصے اور کہانیاں سننا اور پڑھنا فضول کام ہے' اس لیے اس کام میں وقت ضائع کرنے کے بجائے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال پڑھیں' حدیث کی کتابیں پڑھا کریں جن سے آپ کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

اتنے میں اسرار بولا: تو پھر دادا جان! آج آپ ہمیں کوئی اچھی بات ہی بتادیں۔ دادا جان بولے کہ ابھی تمہارے آنے سے پہلے حدیث کی کتاب میں' میں بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کے متعلق پڑھ رہا تھا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک گنجا' دوسرا نابینا اور تیسرا کوڑھی تھا۔ ان تینوں کے پاس باری باری اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ آیا اور

ان سے ان کی خواہش کے متعلق پوچھا، پہلے وہ گنجے شخص کے پاس آیا اور پوچھا کہ تیری کیا خواہش ہے؟ میں دعا کروں گا اور اللہ کے حکم پر تیری خواہش پوری ہوگی۔ وہ بولا: میرے سر کے بال آ جائیں تاکہ لوگ مجھ سے نفرت نہ کریں۔ اُس نے اس شخص کے لیے دعا کی اور اس کے بال اللہ تعالیٰ کے حکم سے آ گئے، فرشتے نے اسے ایک اونٹنی دی اور وہ خوش و خرم زندگی گزارنے لگا۔

پھر فرشتہ اس شخص کے پاس گیا جو نابینا تھا۔ اس سے بھی فرشتے نے وہی بات کی جو پہلے شخص سے کی تھی۔ اندھے شخص نے کہا کہ میری آنکھیں نہیں ہیں جس کی وجہ سے دنیا کی تمام نعمتیں دیکھنے سے محروم ہوں، آپ دعا کیجیے کہ میری بینائی لوٹ آئے تاکہ میں دنیا کی خوبصورتی دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس کے لیے دعا کی اور اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ فرشتے نے اسے ایک بکری دی اور چلا گیا' پھر وہ تیسرے شخص کے پاس گیا جو نہایت غریب تھا' اس سے اس کی خواہش پوچھی تو اس نے کہا کہ میرے لیے دعا کریں کہ میرا جسم صحیح ہو جائے۔ فرشتے نے اس کے لیے بھی دعا کی اور اللہ کے حکم سے وہ بھی ٹھیک ہو گیا۔ فرشتے نے اسے ایک گائے دی اور چلا گیا۔

کچھ عرصے بعد دوبارہ وہی فرشتہ ان تینوں کے پاس ایک فقیر کی شکل

میں باری باری گیا، اب ان تینوں آدمیوں کے پاس ایک گائے' اونٹنی' بکری کے بجائے بہت سا مال ہو گیا تھا۔ پہلے وہ اس آدمی کے پاس گیا جو گنجا تھا لیکن پھر وہ اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو گیا تھا۔ فرشتے نے اس سے کہا کہ تمہارے سر کے بال نہیں تھے' اللہ نے تجھ پر رحم کیا اور تو ٹھیک ہو گیا۔ اب اللہ نے تجھے جو مال دیا ہے اس میں سے مجھے اللہ کے لیے کچھ دو۔ تو اس نے کہا: میں نے تو یہ سارا مال اپنی محنت سے بنایا ہے' اس میں اللہ کا حصہ کہاں سے آ گیا۔

اسی طرح وہ فرشتہ دوسرے آدی کوڑھی کے پاس گیا تو اس نے بھی یہی جواب دیا تو اللہ نے ان دونوں کو پہلے جیسا بنا دیا' پھر فرشتہ تیسرے آدمی نابینے کے پاس گیا جواب خوشحال ہو چکا تھا۔ فرشتے نے اسے یاد دلایا کہ وہ تنگ دست تھا' اللہ نے اسے خوشحال کر دیا' پس اب تو اپنے مال سے اللہ کا حصہ دے۔ تو اس نے جواب دیا: بے شک یہ سب کچھ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے اور تم اس میں سے جتنا چاہو لے جاؤ، اس کے اس جواب سے اللہ اس سے راضی ہو گیا۔ فرشتہ جو فقیر کے روپ میں تھا' اس نے اس سے کہا: میں اللہ کی طرف سے تیری آزمائش کے لیے آیا تھا اور اس آزمائش میں تو کامیاب ہو گیا اور تیرے دوسرے دو ساتھی ناکام ہو گئے۔

ذیشان بولا: دادا جان! اللہ کے حصے کا کیا مطلب ہے؟ دادا جان نے

جواب دیا: ”بیٹا! اللہ کے حصے کا مطلب یہ ہے کہ سب چیزیں اللہ ہی کی دی ہوئی ہیں، پس ان نعمتوں میں سے جو چیزیں اللہ کے نام پر خرچ کی جائیں وہ اللہ کا حصہ ہیں' اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے خرچ کرنے سے چیزیں کم نہیں ہوتیں بلکہ ایک کے بدلے سات سات ملتی ہیں' جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: ”جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانہ ہوتا ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا حصہ دینے سے مال بڑھتا رہتا ہے۔

اسرار نے کہا: لیکن اللہ نے تو سب چیزیں پیدا کی ہیں، اسے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں، پھر یہ حصہ دینے کا کیا فائدہ؟ دادا جان بولے: بیٹا اس میں بھی اللہ کی حکمت ہے کہ یہ حصہ ان غریبوں یتیموں اور مسکینوں کو دیا جاتا ہے تاکہ ان کا گزر بسر ہو سکے، اس کے علاوہ رفاہی کاموں کے لیے بھی' مثلاً: آفت زدہ علاقوں میں راشن اور ادویات وغیرہ کا بندوبست کیا جا سکے جیسے تمام رفاعی ادارے یہ کام کرتے ہیں۔ ان کا شعبہ خدمت خلق ہر جگہ دکھی انسانوں کی خدمت کرتا ہے اور تیسرا یہ کہ اسلام کی سربلندی کے لیے بھی' مثلاً: طلباء میں اسلامی شعور بیدار کرنے اور اعلیٰ علمی صلاحیتیں حاصل کرنے کے لیے مدارس کو دیا جاتا ہے اور میدان حق و باطل میں اللہ کے

لیے لڑنے والوں کے لیے اللہ کا حصہ دیا جاتا ہے۔

بچوں نے جب یہ باتیں سنیں تو بولے کہ پھر تو دادا جان ہم بھی اپنے جیب خرچ میں سے جو فضول قسم کی کہانیاں خریدنے پر خرچ کرتے ہیں اسے بچا کر رکھیں گے اور ہر مہینے اللہ کا حصہ دیا کریں گے۔ دادا جان بولے ''شاباش بچو! اگر سب بچے تمہاری طرح سوچنے لگ جائیں تو پھر ہمارا ملک ترقی بھی کرے گا اور ہم سب خوش بھی رہیں گے۔''

☆☆☆
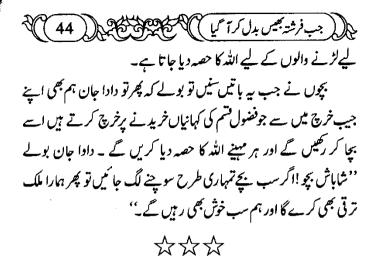
وہ تین سو سال تک سوتے رہے

پورے ملک میں خوشیوں کے لاوے پھوٹ رہے تھے۔ ہنسی مذاق اور شرارتیں ہو رہی تھیں ۔ لوگ مارے خوشی کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ جو کچھ خود کو ذرا مہذب سمجھتے تھے وہ بتوں کے سامنے سر جھکائے ادب سے کھڑے عبادت میں مصروف تھے ۔ کچھ نذر و نیاز دینے میں مصروف تھے لیکن ان سب میں ایک نوجوان ایسا بھی موجود تھا کہ جسے قوم کی اس حالت پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ بے مقصد شور وغل ، ناچ گانے تو ویسے ہی اسے اچھے نہ لگتے تھے لیکن یہ جو پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے لوگ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی حاجتیں رکھ کر مشکلیں حل کرنے کے لیے نذریں مانگتے اور سجدے کرتے ہیں یہ سب دیکھ کر وہ اور بھی غمگین ہو جاتا۔ بتوں کے ناموں پر میلے لگانا اور ان میں نازیبا کام کرتے چلے جانا' اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ آج بھی پورے ملک میں اس طرح کا میلہ لگا ہوا تھا ہر کوئی چھوٹا بڑا' مرد وزن سب خرافات میں

کھوئے ہوئے تھے۔ نوجوان برداشت سے کام لیتے ہوئے کچھ دیر تک تو صبر کرتا رہا اور جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو چپکے سے بستی سے نکلا اور گاؤں سے دور چٹیل میدان میں ٹھنڈے سایہ دار درخت کے نیچے آ بیٹھا۔ وہ قوم کی اس حالت پر افسوس کر رہا تھا' اسے یہاں بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اس نے ایک اور نوجوان کو اپنی طرف آتے دیکھا، آنے والا نوجوان آہستہ آہستہ درخت کی طرف بڑھتا رہا اور چپکے سے بغیر کچھ بولے درخت کے نیچے آ بیٹھا۔ دوسرے نوجوان کو آئے ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اسے ایک تیسرا نوجوان آتا دکھائی دیا اور وہ بھی آ کر بیٹھ گیا تب چوتھا نوجوان آیا، چوتھے کے بعد پانچواں، چھٹا' پھر ساتواں یوں ایک درخت کے نیچے سات جوان بیٹھے چپ چاپ عجیب نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ صدیوں پرانی بات ہے جس ملک کے یہ نوجوان تھے اس ملک میں دقیانوس کی حکومت تھی۔

دقیانوس ایک بہت بڑا ظالم حکمران تھا۔ خود بھی بت پرست اور مشرک تھا ہی توحید پرست لوگوں پر ظلم کر کے انہیں بھی شرک کرنے پر مجبور کرتا' یہ بہت سرکش شخص تھا۔ سب سے بت پرستی کراتا اور شرک کی تعلیم دیتا تھا۔ جو بھی اس کی نافرمانی کرتا اسے سخت سزائیں دیتا' لہٰذا اس کے ظلم و جبر کی وجہ سے معاشرے کی اکثریت شرک کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔

ان کے ہاں بڑے بڑے شرکیہ میلے لگنے لگے تھے۔ اس ظالم بادشاہ کی سلطنت میں جادوگری اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ ایک دفعہ ساری قوم اسی طرح ایک میلے میں گئی' اس میلے میں یہ نوجوان بھی تھے۔ جب انہوں نے وہاں شرک اور بت پرستی دیکھی تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض ایک فضول اور لغو چیز ہے۔ عبادتیں اور ذبیحے صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں۔ جو زمین و آسمان کا خالق اور ہر چیز کا مالک ہے۔

اسی طرح ایک شرکیہ میلہ شروع ہوا تو اس میلے میں سے ایک نوجوان اکتا کر نکلا اور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا' اسی طرح اس میلے میں سے دل اکتا گیا تو ایک اور نوجوان بھی وہاں سے نکلا اور پہلے والے کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ کرتے کرتے ان نوجوانوں کی تعداد سات ہو گئی ان ساتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے تعارف بھی نہیں' لیکن اللہ تعالیٰ ان کو آپس میں ملانا چاہتا تھا' اس لیے ان کو یہاں اکٹھا کر دیا۔ ہر ایک ڈر رہا تھا کہ میں یہاں کیوں بیٹھا ہوں اگر انہوں نے مجھ سے پوچھ لیا تو ......کون ہو؟...... کیوں آئے ہو......تو......؟

آخر ایک جری نوجوان نے کہا: دیکھو دوستو! کوئی بات تو ہے کہ ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں' تم لوگ قوم کے اس شغل کو چھوڑ کر یہاں آ بیٹھے ہو تو میرا دل کہتا ہے کہ کیوں نہ ہر شخص اپنے دل کی بات کہہ دے کہ اس نے

قوم کے میلے اور شغل کو کیوں چھوڑا۔

ایک نے کہا: میں تو قوم کی اس مشرکانہ اور احمقانہ رسوم سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ دوسرے نے کہا: بھائیو! مجھے بھی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جبکہ ہمارا اور زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' سو پھر ہم اس کے سوا کسی کی عبادت کیوں کریں۔ تیسرے نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے بھی ان رسوم کی نفرت نے قوم سے الگ ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ جب ہر ایک نے یہی بات بیان کی تو ان کے درمیان محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور ساتوں کے ساتوں نوجوان موحد دوست بن گئے۔ اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہو گئے' آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا کہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے۔ اب انہوں نے شہر میں ایک جگہ مقرر کر لی۔ جہاں وہ عبادت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو ایمان و توحید کا سبق سکھاتے۔ رفتہ رفتہ قوم کو پتا چلا کہ چند نوجوان ہیں جو قوم کے رسم و رواج کو بری نظر سے دیکھتے اور اپنے ہی طریقے کی عبادت کرتے ہیں۔

یہ بات بادشاہ کے دربار تک پہنچی تو بادشاہ نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ فوج آئی قوم ان کو پکڑ کر ظالم اور مشرک بادشاہ کے دربار میں لے گئی اور شکایت کی۔ بادشاہ سلامت! یہ لوگ ہمارے طریقے سے ہٹ کر نئے طریقے پر عبادت کرتے ہیں۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا تو ان میں

سے ایک شخص نے نہایت دلیری سے توحید بیان کر دی' بلکہ بادشاہ، اہل دربار اور باقی قوم کو بھی توحید کی دعوت دی۔ دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے' ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں اور یہ بھی کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو پکاریں۔

ان کی حق گوئی اور دعوتِ توحید سے بادشاہ غصہ میں آ گیا۔ بادشاہ نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ ان کو سمجھا دو کہ اس عمل سے باز آ جائیں ورنہ میں انہیں سخت سزا دوں گا۔

اب ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہاں رہیں گے تو بادشاہ ہمیں دوبارہ شرک کے راستے پر لگا دے گا اور ہم اپنے دین پر نہیں رہ سکیں گے' اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہم اپنا دیس، وطن اور گھر بار چھوڑ کر کہیں اور جا کر رہیں گے جہاں ہمارا عقیدہ توحید اور دین خالص رہے۔

لہٰذا یہ لوگ موقع پا کر چھپتے چھپاتے شہر سے نکلے اور ایک غار میں جا کر پناہ لے لی' جو "رقیم" نامی وادی میں تھا۔ غار میں داخل ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم میں سے ہر روز باری باری ایک شخص بھیس بدل کر شہر جائے اور کھانے پینے کی چیزیں لے آیا کرے اور ساتھ ساتھ شہر کے موجودہ حالات کا بھی پتا چلائے اور یہ بھی خبر رکھے کہ ان کے متعلق شہر میں کیا چہ

مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ یہ لوگ اللہ سے دعا کرتے ہوئے غار میں داخل ہوئے کہ اے اللہ! ہمیں ثابت قدم رکھنا اور ہماری راہنمائی کرتے رہنا اور ہمارے لیے بہتر راستہ بنا دے کہ ہم نے تیرے لیے سب کچھ چھوڑ دیا ہے' ہمیں کفار سے نجات دلا اور دشمنوں سے محفوظ رکھ۔

جب یہ لوگ غار میں داخل ہوئے تو سستانے کے لیے لیٹ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو لمبی نیند سلا دیا۔ ان کے ساتھ ایک شکاری کتا بھی تھا جو شہر میں انہی میں سے ایک نوجوان نے پال رکھا تھا۔ وہ کتا جس کا نام ''عمران'' بتایا جاتا ہے' دروازے پر چوکیداری کے لیے بیٹھ گیا۔

غار کے باہر چوکیداری پر جو کتا بیٹھا تھا اسے نیند آ گئی اور وہ بھی بازو ٹکائے وہیں سو گیا لیکن اللہ کی قدرت سے اس کی آنکھیں ہر وقت کھلی رہتی تھیں۔

غار میں جو لوگ سوئے ہوئے تھے اللہ نے ان کے کانوں پر تھپکی دی اور وہ لمبی نیند سوتے رہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا رعب عطا کیا تھا کہ کوئی ان کے قریب جانے کی ہمت نہ کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غار بھی ایسا منتخب کیا تھا جس میں صبح و شام دھوپ پڑتی تھی اور وہ کروٹ بھی لیتے تھے تاکہ وہ مسلسل دھوپ کی تمازت سے جھلس نہ جائیں یا مٹی ان کو کھا نہ جائے۔ اس لیے کوئی مسافر یا بھٹکا ہوا شخص ادھر آ نکلتا تو ان کی کھلی

آنکھیں اور انہیں کروٹ لیتا دیکھ کر بھاگ جاتا کہ شاید یہ کوئی چور یا ڈاکو ہیں۔ یا کوئی اگر دور سے دیکھتا تو سمجھتا کہ شاید کوئی مسافر ہیں جو ستانے کے لیے یہاں لیٹے ہیں۔ اسی لیے کوئی بھی ان کی اصلیت جاننے کی کوشش نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی یہی تھی کہ وہ سوتے رہیں اور کسی پر ان کا راز نہ کھلے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کا بندوبست بھی کر دیا۔ ادھر شہر میں ان کا نام مفرور مجرموں کی لسٹ میں شامل کر لیا گیا۔ بادشاہ کچھ عرصے بعد مر گیا' پھر زمانے بدلتے گئے سارے پرانے لوگ مر گئے' ان کی نسل پیدا ہوتی رہی یوں ایک لمبا عرصہ بیت گیا اور لوگ ان کا قصہ بھول گئے۔

ایک دن انہیں جاگ آئی تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' ایک نے پوچھا: بھائیو! ہمیں سوتے ہوئے کتنی دیر ہوگئی؟ تو دوسروں نے کہا: شاید ایک دن یا آدھا دن کیونکہ ہم صبح کے وقت سوئے اور اب سورج غروب کا وقت ہے۔ ان کا بدن اور جلد سب ویسے تھے جیسے سوتے وقت، لیکن ان کو خود ہی خیال آیا کہ شاید ہم کافی لمبا عرصہ سوئے ہیں۔

لمبی بحث کے بعد انہوں نے معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا اور کہا: ہم صبح کے وقت سوئے اور شام کے وقت بیدار ہو رہے ہیں' اس لیے آدھا دن ہی

سوئے ہیں۔

اب ان لوگوں کو بھوک و پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک شخص کو سکّے دیے اور شہر کے بازار سے سودا سلف لانے کے لیے بھیجا۔ سکّے ان کے پاس موجود تھے اور جس آدمی کو کھانا لانے کے لیے سکّے دیے تو اس کو کچھ احتیاطیں بتائیں اور کہا کہ دقیانوس کے آدمیوں کو ہماری خبر نہ ہو اگر ان کو ہمارے ٹھکانے کی خبر ہو گئی تو وہ ہمیں طرح طرح کی سزائیں دیں گے جس کی تاب نہ لاتے ہوئے ہم اپنا دین چھوڑ بیٹھیں گے یا ان سزاؤں سے ہمارا کام ہی تمام کر دیا جائے گا۔

غرض جسے انہوں نے شہر بھیجا اسے بہت سی نصیحتیں کی۔ اس زمانے میں لوگوں کو قیامت اور دوبارہ جی اٹھنے میں شکوک پیدا ہونے لگے تھے' لوگ مانتے ہی نہ تھے کہ ایک آدمی مرنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ ہوگا!

جب ان میں سے ایک صاحب سودا خریدنے کے لیے غار سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ہر شخص بدلا ہوا ہے' ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز بھی نہیں ہے' شہر کا سارا نقشہ بدلا ہوا ہے۔ اب وہ شخص تو یہی سمجھا تھا کہ ہمیں غار میں صرف ایک آدھا دن گزرا ہے لیکن یہاں تو صدیاں بیت چکی تھیں ، زمانے گزر چکے تھے' بستیاں اور عوام سب کچھ بدل چکا تھا۔ یہ شخص حیران تھا کہ شاید میں خواب میں ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں' مگر کسی بات پر

اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی' اس نے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر شہر کو جلدی سے چھوڑ دینا چاہیے۔ ایک دکان پر پہنچا اسے ایک سِکّہ دیا اور چند کھانے کی چیزیں طلب کیں، دکاندار نے سِکّے کو دیکھ کر سخت تعجب کا اظہار کیا اور ساتھ والے دکاندار کو دیا کہ دیکھنا یہ سِکّہ کیا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کے لیے مانگ لیا۔

الغرض !ایک تماشا بن گیا، سارے دکاندار' بازار والے اور راہگیر اس کے گرد جمع ہو گئے اور ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے، اسی میں سے سِکّہ لایا ہے' اس سے پوچھو کہ یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ کہاں سے لایا؟

چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا اور الٹے سیدھے سوال پوچھنے لگے' اس نے کہا: میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں کل شام کو یہاں سے گیا ہوں۔ وقیانوس بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے فرار ہوا تھا' اب تو سب نے قہقہہ لگایا کہ بادشاہ وقیانوس کو مرے ہوئے تو تقریباً تین سو سال ہو چکے ہیں یہ تو کوئی پاگل ہے کہ کہتا ہے کل وقیانوس کی حکومت تھی جب میں یہاں سے گیا ہوں۔

بالآخر اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا گیا اور جب اس نے وہاں

اپنی ساری کہانی بیان کی تو بادشاہ اور اہل دربار بہت حیران ہوئے او دوسری طرف یہ شخص خود حیران و ششدر رہ تھا کہ ہم تین سو سال تک سوئے رہے ہیں اور ہمیں اس کی خبر تک نہیں۔ آخر سب لوگ اس کے ساتھ چل پڑے کہ ہمیں باقی ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار دکھاؤ جہاں تم نے اتنا لمبا عرصہ قیام کیا ہے۔

یہ شخص انہیں لے کر غار تک پہنچا اور کہا: ٹھہرو! ذرا میں ان کو خبر کروں، چنانچہ وہ تمام ساتھی جو تعداد میں سات تھے۔ غار سے نکلے اور قوم کے بادشاہ ''تھیوڈیس'' سے ملے۔

اور دوبارہ جا کر اسی جگہ جا لیٹے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر دیا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اصحاب کہف (غار والے) کے نام سے یاد کیا ہے اور انہی کی مناسبت سے ایک سورت کا نام ''سورۃ الکہف'' رکھا ہے جو پندرہویں پارے میں ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں انوکھے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے آگاہ کیا تاکہ لوگوں کو اللہ کے وعدوں اور قیامت کی حقانیت پر یقین ہو جائے اور جو لوگ مر کر دوبارہ جی اٹھنے کے منکر ہیں ان کے لیے حجت اور دلیل بن جائے۔

☆☆☆

سمندر میں قید

کشتی دیر سے ڈانوں ڈول تھی ایسے میں کوئی تدبیر کام نہیں آ رہی تھی ۔ بھری ہوئی کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو ایک زبردست طوفان آ گیا۔ تمام لوگ اپنے بتوں کو پکارنے لگے۔ ان میں سے ایک شخص نے اللہ کو پکارا۔ مسافر حیرانی سے اس کو دیکھنے لگے کہ یہ مسافر کس اللہ سے دعا مانگ رہا ہے؟ طوفان بڑھتا رہا کشتی کے ہچکولوں میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ملاح نے بلند آواز سے کہا: ''ساتھیو! مجھے افسوس ہے کہ ہماری کشتی اس حالت میں کبھی کنارے پر نہیں لگ سکے گی' ہمیں اپنے سامان کا بوجھ کم کرنا ہو گا آپ سے گزارش ہے کہ اپنی جانیں بچانے کے لیے اپنا اپنا سامان سمندر میں پھینک دیں۔'' مسافر مجبور ہو کر سامان سمندر میں پھینکنے لگے لیکن بوجھ ہلکا ہونے کے باوجود کشتی اسی طرح ڈولتی رہی۔ مسافروں کا ڈر کے مارے برا حال تھا کچھ بڑ بڑا رہے تھے اور کچھ خاموش تھے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا: لگتا ہے کوئی منحوس شخص اس کشتی میں سوار ہو گیا ہے۔

دوسرا بولا: بھائیو! مجھے لگتا ہے ہم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے قربانی نہیں کی اور اس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ سب کی باتیں سننے کے بعد ملاح نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو بھاگا ہوا غلام ہے۔ اس زمانے میں غلام کا اپنے آقا سے بھاگ جانا بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ ملاح کی حمایت میں کئی مسافر بول پڑے ایک نورانی شکل والے شخص نے ملاح کی باتیں سن کر اس سے کہا: بے شک میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے' مجھے دریا میں پھینک دو اور خود کو عذاب الٰہی سے بچا لو! اس شخص کی نورانی صورت دیکھ کر کشتی والوں نے انہیں دریا میں پھینکنے سے انکار کر دیا مگر اس کے مسلسل اصرار پر طے پایا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے اور جس کا نام نکل آئے اسے کشتی سے باہر پھینک دیا جائے۔

ایک بار ...... دو بار...... اور پھر تیسری بار بھی اسی شخص کا نام بذریعہ قرعہ اندازی نکلا اور حجت تمام ہو گئی تو اس نے خود کشتی سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ کشتی سے چھلانگ لگانے والے یہ شخص ''سیدنا یونس علیہ السلام'' تھے جو اپنی قوم کی ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر بستی چھوڑ آئے تھے۔ یونس علیہ السلام کی قوم بھی عجیب تھی' اللہ کے خاص بندے اور پیغمبر یونس علیہ السلام ان کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیے گئے' انہوں نے ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے

میں کوئی کسر نہ چھوڑی' مگر وہ لوگ نہ جانے کس مٹی کے بنے تھے کہ یونس علیہ السلام کی دعوت پر کسی ایک فرد نے بھی لبیک نہ کہا۔

یونس علیہ السلام جانتے تھے کہ پہلے بھی انبیائے کرام کو ایسے حالات پیش آئے کہ ان کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہ تھا لیکن ایسی صورت حال کا سامنا تو کسی کو بھی نہ کرنا پڑا تھا کہ پوری قوم میں کوئی بھی دین حق کو قبول کرنے سے انکار کردے۔ اس صورت حال نے ان کو پریشان کر دیا۔ بات صرف یہی ہوتی تو شاید یونس علیہ السلام اس قدر پریشان نہ ہوتے مگر جب وہ لوگوں کو کہتے کہ شرک سے باز آ جاؤ، گناہوں سے تائب ہو جاؤ' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، تو ان کی باتیں سن کر اس بستی کے لوگ نہ صرف ان کا مذاق اڑاتے بلکہ کھلم کھلا کہتے کہ تم جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لے کیوں نہیں آتے؟

ان لوگوں کی انہی باتوں نے یونس علیہ السلام کو پریشان کر دیا تھا اور انہوں نے وحی کے مطابق اہلِ بستی کو تین دن کی مہلت دے کر کہا کہ اگر تم اب بھی ایمان نہ لائے تو پھر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے گا۔ ابھی تین دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ آپ علیہ السلام نے خود ہی اندازہ قائم کر لیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو ایمان لائے' اس لیے انہوں نے بستی چھوڑنے کا پروگرام بنا لیا اور ایک رات چپکے سے بستی سے نکل گئے ایک طرف یونس

علیہ السلام بستی چھوڑ کر جا رہے تھے کہ دوسری طرف ان کی مہلت اور بستی چھوڑنے کی خبر ایک شخص چند لوگوں کو سنا رہا تھا مگر لوگ تھے کہ لغزشوں پر پریشان ہونے کے بجائے اس شخص کا مذاق اڑا رہے تھے۔ مگر اس شخص نے جب یونس علیہ السلام کی راست بازی اور سچائی کی دلیل دے کر اور سابقہ انبیاء کی مثالیں دے کر بات کی تو لوگوں کی زبانوں کو تالے لگ گئے اور وہ بھی سنجیدگی سے بات کرنے لگے۔

اس دوران مجلس میں موجود زیادہ تر لوگوں کی ہمدردیاں اطلاع دینے والے کے ساتھ ہو چکی تھیں۔ صورت حال کو بھانپ کر یونس علیہ السلام کی مخالفت کرنے والا غصے میں وہاں سے چلا گیا' اس کے جاتے ہی ایک شخص آیا اور آتے ہی بولا: ''بھئی کچھ خبر ہے آپ کو یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر جا چکے ہیں۔''

''کیا!'' کہاں چلے گئے؟

سب نے بوکھلا کر اس پر اپنے سوال داغے۔ آنے والے نے بتایا: ''بھئی یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے ہیں' لیکن ان کا گھر خالی پڑا ہے' سامان بھی ساتھ لے گئے ہیں اور میرا خیال ہے رات کے آخری پہر نکلے ہیں' تبھی تو کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ میرا مکان بھی ان کے گھر کے پاس ہی ہے۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں گھر کو تالا بھی نہیں لگا دروازہ کھلا پڑا ہے' بچے ان کے

گھر میں کھیل رہے ہیں۔ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ چکے تھے۔

ایک بولا: میں مندر کے سب سے بڑے پروہت کو خبر دے کر آتا ہوں' یوں سب لوگ یہ خبر پہنچانے اور اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے، صرف ایک شخص وہاں موجود رہ گیا اور یہ تھا وہ پہلا شخص جو یہ اطلاع لایا تھا کہ یونس (علیہ السلام) نے عذاب آنے کی خبر دی ہے' اس نے یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا ...... ان سے معافی مانگ کر ان پر ایمان لانے کا ارادہ کیا تھا...... کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ اس راستے کی طرف چل دیا جو بستی سے باہر جاتا تھا۔

اس شخص نے یونس علیہ السلام کو کافی تلاش کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ آخر کار تھک ہار کر وہ واپس بستی آ گیا' بستی والوں نے جب اس سے یونس علیہ السلام کا پوچھا تو اس نے بڑے دکھ سے بتایا کہ اسے کوئی نہیں ملا۔ اس دوران ایک خوفناک منظر نے بستی کے رہنے والے تمام لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا آسمان پر کالے بادل ظاہر ہوئے اور گرجنے لگے۔ وہ لوگ جو دل سے جانتے تھے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے سچے پیغمبر ہیں مگر صرف ضد' ہٹ دھرمی اور دوسرے لوگوں کے خوف سے آپ کا انکار کر رہے تھے وہ ڈر گئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ بے موسم بادل ہیں' یہ خیر کی بارش برسانے نہیں آئے بلکہ یہ اللہ کا عذاب بن

کر آئے ہیں۔ اور یہ عذاب اللہ کے اس اٹل فیصلے کے تحت آئے گا کہ اس کے رسول ہر حال میں غالب ہو کر رہتے ہیں۔ جو قوم ان کا انکار کر دیتی ہے اس کا دنیا سے نام ونشان مٹا دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے والا اور محفل میں حمایت کرنے والا معزز شخص پیش پیش تھا۔ مال دار آدمی بستی کے بادشاہ کا درباری تھا۔ یہ دونوں شہر کے دیگر معزز لوگوں کے ہمراہ بادشاہ کے پاس پہنچے اور اسے خبر دار کیا کہ یہ بادل جس کی وجہ سے پوری بستی میں اندھیرا چھا گیا ہے ہمیں آنکھیں کھولنے کا آخری موقع دینے آئے ہیں۔ ان لوگوں کی دلیلیں سن کر بادشاہ بھی مان گیا اور سیاہ بادلوں کی اوٹ میں چھپے طوفان کو دیکھ کر لرز اٹھا۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ تمام بت خانوں سے بت اٹھا دیے جائیں اور لوگ اپنے گھروں کو بھی ان سے پاک کر دیں۔ ساتھ ہی اس نے یونس علیہ السلام کی تلاش میں سرکاری سپاہی چاروں طرف دوڑا دیے۔ دوسری طرف جو شخص شہر کے بڑے مندر کے پروہت کی طرف گیا تھا اس نے بھی پروہت کو قائل کر لیا۔ دراصل آسمان پر چھائے سیاہ بادلوں نے ان لوگوں کو یونس علیہ السلام پر ایمان لانے پر مجبور کر دیا تھا' اب لوگ مل کر توبہ کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔ شہر کے ہر کونے میں لوگ جمع ہو گئے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے تھے اور التجا کر رہے تھے:

''اے اللہ! اس عذاب کو ٹال دے۔ ہمیں یونس علیہ السلام سے ایک دفعہ ملا دے ہم پھر کبھی تیرے رسول کو ناراض نہیں کریں گے۔'' مگر بہت تلاش کے باوجود یونس علیہ السلام نہ ملے قوم اچھی طرح جانتی تھی کہ جب تک اللہ ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اس کے رسول یونس علیہ السلام پر ایمان نہیں لائیں گے عذاب کا خطرہ رہے گا۔

وقت جیسے جیسے گزر رہا تھا ان کی توبہ آنسوؤں میں بھیگ رہی تھی۔ نینوا والوں پر بادل گو نہ برسا لیکن ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا۔ انہوں نے رو رو کر اپنے گناہ دھوئے اس عظیم اور مثالی توبہ میں امیر کبیر لوگ سب سے آگے تھے حتیٰ کہ بادشاہ بھی۔ آخر تین دن گزر گئے اور بادل بھی چھٹ گئے' عذاب ٹل گیا لیکن یونس علیہ السلام کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔

یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر ایک ساحلی علاقے کی طرف چلے گئے، مندر کا یہ حصہ بستی کی حدود سے باہر تھا۔ اس سے پہلے آپ نے راستے میں شہر کے آسمان پر بادل دیکھ کر یہی خیال کیا تھا کہ اللہ کا عذاب آ چکا ہو گا۔ ساحل پر ایک کشتی تیار تھی' آپ اس پر سوار ہو گئے۔ کشتی پر سوار کوئی بھی شخص آپ کو پہچانتا نہ تھا، البتہ وہ لوگ آپ کی شخصیت سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ زیادہ تر خاموش ہی رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے دل میں ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے' جیسے جیسے

آپ ساحل سے دور ہوتے جا رہے تھے' آپ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

یونس علیہ السلام کی قوم سے ناراضی اللہ کو پسند نہ تھی لیکن وہ خود اللہ کے چنیدہ و پسندیدہ بندے اور راہِ حق کے نہایت ممتاز مسافر تھے۔ ان کے ذریعے مالک قضا و قدر دنیا کو ایک اور معجزہ دکھانا چاہتا تھا' چنانچہ جب انہوں نے کشتی سے چھلانگ لگائی تو اللہ نے ایک دیو ہیکل مچھلی کو حکم دیا کہ ان کو نگل لے' لیکن انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب اور نئی دنیا میں پا کر اللہ کے اس نیک بندے کو اپنی گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں اور وہ بڑی عاجزی سے گڑگڑا کر اللہ کی بارگاہ میں یوں دست بدعا ہو گیا "لا الہ الا انت سبحانك انی كنت من الظلمين' "الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تو ہی یکتا ہے' میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں' میں نے خود ہی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے"۔ اللہ کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا پسند آئی اور مچھلی کو ایک بار پھر حکم ہوا کہ وہ اسے دریا کے کنارے اگل دے۔ مچھلی نے آپ کو ساحل پر اگل دیا آپ انتہائی کمزوری کی حالت میں ساحل کی نرم ریت پر پڑے تھے' آپ کے بدن میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اور کسی مناسب جگہ کا انتخاب کر کے دھوپ سے بچ سکیں۔ اسی دوران اللہ نے اپنی خاص

رحمت سے ایک بڑی سی بیل لگائی اس بیل نے حیرت انگیز طور پر یونس علیہ السلام کو اپنے سائے میں لے لیا۔ کچھ دیر آرام کے بعد آپ نے بیل کے پھل سے اپنی بھوک مٹائی پھل کھانے سے آپ کے جسم میں طاقت آئی لیکن اگلے ہی دن یہ بیل سوکھ گئی۔ آپ کو بیل کے یوں سوکھ جانے کا انتہائی دکھ ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ پھر معافی کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا اور فرمایا: تمہیں ایک معمولی بیل کے سوکھ جانے کا اس قدر غم ہے' حالانکہ اس میں بظاہر کوئی جان نہیں یہ نہ بولتی ہے اور نہ سنتی ہے یاد کرو وہ وقت جب تم نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی اور پھر بستی چھوڑ کر چلے گئے؟

یونس علیہ السلام ایک بار پھر اللہ کے حضور دست بدعا ہو گئے اور رو رو کر اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگے اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اگر انہیں زندگی ملی تو وہ دوبارہ بستی میں جائیں گے اور اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوششیں کریں گے۔ آپ کی دعا قبول ہو گئی اور آپ چند دن بعد چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے ، صحت مند ہوتے ہی آپ بستی کی طرف چل دیے بستی کے لوگ بھی آپ کی تلاش سے مایوس نہیں ہوئے تھے انہوں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا تو آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور آپ کو انتہائی عزت و احترام سے واپس بستی میں لے آئے اور ساتھ ہی اللہ کے حضور توبہ کر کے آپ پر ایمان

لے آئے اور اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا لیا۔

وہ بستی جس میں یونس علیہ السلام مبعوث کیے گئے ''نینوا'' تھی۔ اور نینوا کی قوم دنیا کی واحد قوم ہے جسے عذاب کے وقت توبہ نصیب ہوئی اور انہوں نے ایمان لا کر دنیا کی کامیابیاں حاصل کیں۔ یونس علیہ السلام نے اپنی زندگی اسی بستی میں گزاری اور بالآخر فوت ہو کر اسی میں دفن کیے گئے۔

☆☆☆

بچوں کے لیے ہماری دیگر دلچسپ تربیتی کتب
شہزادہ توحید
بادشاہ کا ہاتھ کاٹ دو
دار الابلاغ
کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ
DARULIBLAGH